AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عصرِ حاضر میں ادائیگیِ ضاد کا تاریخی تنازع اور جدید صوتیاتی وطیف نگاری تجزیے کی روشنی میں اس کا حل

The Historical Controversy of Ḍād Articulation in the Contemporary Era and Its Resolution in the Light of Modern Phonetic and Spectrographic Analysis

محمد عاطف الیاس

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (UET)، لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شہباز

شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (UET)، لاہور۔

Abstract

Background: The articulation of the Arabic letter Ḍād (ض) has historically been one of the most debated phonetic and juristic issues in the non-Arab Muslim world, particularly in the Indian Subcontinent. Due to the phonological structure of local languages such as Urdu and Persian—where the four distinct Arabic phonemes (Dhāl, Zāy, Ḍād, and Ẓā') merge into a single alveolar sibilant /z/—reciters of the Holy Qur'ān have long struggled between two competing articulations: a fricative Ẓā'-like sound (locally termed Zwād) and an emphatic plosive Dāl-like sound (Dāl Mufakhkhamah). This phonetic ambiguity directly impacts the semantic integrity of Qur'ānic verses (such as al-Ḍāllīn vs. al-Ẓāllīn in Sūrah al-Fātiḥah) and raises critical juristic questions regarding the validity of ritual prayer (Ṣalāt).

Methods: This study employs a mixed research methodology combining historical-inductive, comparative, and empirical phonetic approaches. It examines classical treatises on Tajwīd and philology (such as Sībawayh, Ibn al-Sīd al-Baṭalyawsī, and Ibn al-Jazarī), compares the juristic verdicts of the four Sunnī schools alongside the scholarly literature of the Subcontinent, and evaluates these historical positions against modern acoustic and physiological phonetics, specifically spectrographic waveform analysis and palatography.

Results: Empirical findings from spectrographic and palatographic analyses demonstrate that Ḍād and Ẓā' possess entirely distinct physical and acoustic profiles: Ẓā' is an interdental fricative characterized by continuous high-frequency acoustic noise produced at the tongue tip, whereas Ḍād involves lateral lingual compression against the upper molars (Ḥāffat al-Lisān). Furthermore, acoustic data confirms that while classical Ḍād was a voiced pharyngealized lateral fricative exhibiting Istiṭālah (10–15 milliseconds of forward lingual sliding), contemporary standard Ḍād—popularized globally through the recitations of the Two Holy Mosques—has evolved into a voiced pharyngealized coronal plosive (Dāl Mufakhkhamah), characterized by a distinct silence gap and burst bar on the spectrogram.

Conclusion: Safeguarding the phonetic distinction between Ḍād and Ẓā' is essential for preserving Qur'ānic semantics. While contemporary Dāl Mufakhkhamah differs in manner (plosive vs. fricative) from classical Ḍād, it preserves the lateral-palatal articulatory chamber far better than the Ẓā'-like substitution and prevents semantic corruption in Sūrah al-Fātiḥah. In light of the juristic principle of 'Umūm al-Balwā (widespread affliction) and removal of hardship (Raf' al-Ḥaraj), the prayer of laypersons who struggle with precise articulation remains valid, whereas prayer leaders (A'immah) and scholars are obligated to master the correct articulation through structured sensory and visual phonetic training.

Keywords: *Ḥurūf-e-Khamsah, Articulation of Ḍād, Laḥn, Qur'ānic Phonetics, Spectrographic Analysis, Palatography, Istiṭālah, Subcontinent Tajwīd Controversy, Validity of Ṣalāt.*

خلاصۂ تحقیق (اردو)

پسِ منظر: عربی زبان کے حرف "ضاد" (ض) کی درست ادائیگی عجمی دنیا بالخصوص برصغیر پاک وہند کی علمی، تجویدی اور فقہی تاریخ میں ایک معرکۃ الآراء قضیہ رہی ہے۔ مقامی زبانوں (اردو، فارسی اور پنجابی وغیرہ) کے صوتی نظام میں عربی کے چار ممتاز حروف (ذ، ز، ض، ظ) کا صوتی انضمام ہو کر محض ایک آواز "ز" میں ڈھل جانا قراء اور عوام الناس کے لیے ایک بڑی لسانی آزمائش بن گیا۔ اس کے نتیجے میں برصغیر کے علمی

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حلقوں میں دو بڑے مکاتبِ فکر وجود میں آئے: ایک گروہ نے صفتِ رخاوت کی بقا کے لیے "ضادِ مشابہ بظاء" (مقامی اصطلاح میں "زواد") کی تائید کی، جبکہ دوسرے گروہ نے مخرجِ حافہ کی رعایت سے "ضادِ مشابہ بدال" (دالِ مفخمہ) کو معیار قرار دیا۔ یہ صوتی ابہام سورۃ الفاتحہ کے کلمہ ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ میں معنوی تغیر اور نماز کی صحت و فساد جیسے حساس فقہی مسائل کو جنم دیتا ہے۔

منہجِ تحقیق: زیرِ نظر تحقیق میں مخلوط منہجِ تحقیق (استقرائی، تقابلی، تجزیاتی اور تجرباتی منہج) اختیار کیا گیا ہے۔ متقدمین ائمہِ لغت و تجوید (سیبویہ، ابن السید البطلیوسی اور ابن الجزری) کی تصریحات، مذاہبِ اربعہ کے فقہی نظائر اور برصغیر کے اکابر علما کی تحقیقات کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد، جدید صوتیاتی تجربہ گاہوں کے آلات یعنی طیف نگاری (Spectrography) اور تالو نگاری (Palatography) کے نتائج کی روشنی میں اس قضیے کا سائنسی محاکمہ کیا گیا ہے۔

نتائجِ تحقیق: طیف نگاری اور تالو نگاری کے تجرباتی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ "ضاد" اور "ظاء" طبعی، تشریحی اور صوتیاتی اعتبار سے دو بالکل مختلف اکائیاں ہیں۔ "ظاء" طرفِ لسان (زبان کی نوک) اور ثنایا علیا سے ادا ہونے والی ایک رخوہ آواز ہے جو طیف نگار پر مسلسل صوتی ارتعاش کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، جبکہ "ضاد" کا مخرج حافہِ لسان (زبان کی کروٹ) اور اضراسِ علیا کا اتصال ہے جس میں صفتِ استطالت کے تحت زبان کا دس سے پندرہ ہزارویں حصۂ ثانیہ تک آگے سرکنا ایک میکانکی حقیقت ہے۔ مزید برآں، جدید ابلاغی وسائل اور حرمین شریفین کے قراء کے عالمگیر اثر سے رائج ہونے والا جدید ضاد اگرچہ صفتِ رخاوت کے بجائے صفتِ شدت (دالِ مفخمہ) پر مبنی ہے، تاہم وہ ظاء نما آواز کے مقابلے میں اصل مخرج سے اقرب اور فسادِ معنی سے محفوظ تر ہے۔

ماحصل: عوام الناس کے حق میں فقہی اصولِ "عمومِ بلویٰ" اور "رفعِ حرج" کے تحت دونوں لہجوں میں نماز درست ہے، البتہ ائمہ مساجد اور قراء کے لیے لازم ہے کہ وہ بصری و حسی ریاضتِ لسان کے جدید سہ مرحلہ تدریسی منہج کے ذریعے مخرجِ ضاد کی تصحیح کریں۔

کلیدی الفاظ: حروفِ خمسہ، ادائیگیِ ضاد، لحنِ جلی، قرآنی صوتیات، طیف نگاری، تالو نگاری، صفتِ استطالت، قضیہ ضاد و ظاء، صحتِ صلاۃ۔

۱۔ مقدمہ اور تمہید

قرآنِ حکیم ربِ ذوالجلال کا وہ ازلی و ابدی کلام ہے جو انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے قلبِ اطہر ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ کتابِ مبین صرف اپنے معانی و معارف اور بلاغی نظم میں ہی معجزہ نہیں، بلکہ اپنی صوتی ساخت، ادائیگی کے توازن اور حروف کی نشست و برخاست میں بھی ایک زندہ اور جاوید معجزہ ہے۔ امتِ مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم جس طرح تحریری ہیئت میں لوحِ محفوظ سے منتقل ہوا، بالکل اسی طرح صوتی کیفیت اور ادائیگی کے مخصوص سانچے کے ساتھ نازل ہوا اور سینہ بہ سینہ تواترِ عملی کے ساتھ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔[1]

عربی زبان کو دنیا بھر کی زبانوں میں "لغۃ الضاد" (ضاد کی زبان) ہونے کا منفرد اور تاریخی اعزاز حاصل ہے، جو اس کے صوتی تنوع اور لسانی غنائیت کی واضح دلیل ہے۔ حروفِ خمسہ (ص، ض، س، ذ، ظ) کے صوتی و دلالتی نظام میں حرفِ "ضاد" اور اس کے قریب الصفت حرف "ظاء" کے مابین صوتی اشتراک انتہائی باریک اور نازک ہے۔ علمِ تجوید اور صوتیاتی تجزیے کی رو سے یہ دونوں حروف چار بنیادی صفات — جہر، رخاوت، استعلاء اور اطباق — میں باہم شریک ہیں، جس کے سبب ان کی صوتی گونج میں گہری مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنے والا بنیادی عنصر ان کا "مخرج" اور ضاد کی منفرد صفتِ "استطالت" ہے؛ چنانچہ ضاد "حافہِ لسان" (زبان کی کروٹ) کے اوپر کی داڑھوں (اضراسِ علیا) سے رگڑ کھانے اور آواز کے مخرج میں پھیلنے سے ادا ہوتا ہے، جبکہ ظاء "طرفِ لسان" (زبان کی نوک) اور سامنے کے اوپر والے دانتوں (ثنایا علیا) کے کناروں سے ادا ہوتا ہے۔[2]

عہدِ اول (عصرِ صحابہ و تابعین) کے بعد جب اسلام کا دائرہ جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر عجم میں وسعت پذیر ہوا اور غیر عرب اقوام جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں، تو عربی حروف کا سامنا فارسی، ترکی اور ہندی و آریائی زبانوں کے صوتی نظاموں سے ہوا۔ اکیسویں صدی میں حروفِ خمسہ بالخصوص "ضاد" کی ادائیگی کا مسئلہ محض ایک انفرادی لغزش یا کتابی بحث نہیں رہا، بلکہ یہ لسانی شناخت، تاریخی مناظروں اور علاقائی صوتیات کا ایک پیچیدہ مرکب بن چکا ہے۔ بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں ضاد کی ادائیگی صدیوں سے ایک علمی، تجویدی اور فقہی معرکہ آراء موضوع رہی ہے، جسے عرفِ عام میں "ضاد اور ظاء یا زواد کا قضیہ" کہا جاتا ہے۔ یہ قضیہ صرف درس گاہوں تک محدود نہیں رہا بلکہ مساجد کے محرابوں اور فقہی فتاویٰ میں نماز کے فساد یا صحت کے معیارات طے کرنے کا سبب بنا۔[3]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مزید برآں، عصرِ حاضر میں عالمگیریت اور جدید ذرائع ابلاغ نے اس مسئلے کو ایک نئی جہت عطا کی ہے۔ ماضی میں مقامی قاری صرف اپنے علاقائی استاد کے لہجے کا پابند ہوتا تھا، لیکن آج برقی نشریات اور رابطے کے جدید وسائل کے ذریعے حرمین شریفین کے ائمہ کے لہجے نے ایک عالمی معیار قائم کر دیا ہے۔ اس صوتی تبدیلی نے جہاں تجوید کی طرف رغبت بڑھائی ہے، وہیں مقامی روایتی لہجے اور معاصر عربی لہجے کے درمیان ایک صوتی کشمکش کو بھی جنم دیا ہے۔ دوسری طرف جدید صوتیاتی علوم اور علمِ تشریح الاعضا کے جدید ترین آلات—جیسے طیف نگار (Spectrograph) اور تالو نگار (Palatograph)—نے محققین کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ضاد اور ظاء کی صوتی امواج کا تجرباتی تجزیہ کر کے صدیوں پرانے تنازعات کا سائنسی اور معروضی فیصلہ کر سکیں۔[4]

۱.۱۔ مسئلہ تحقیق (Statement of the Problem)

برصغیر کے قراء اور عوام الناس کے ہاں مقامی زبانوں کے صوتی اثر سے حرفِ "ضاد" کی ادائیگی میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ ایک طبقہ اسے "ظاء" کے مشابہ (زواد) پڑھتا ہے جس سے سورۃ الفاتحہ میں ﴿الضَّالِّين﴾ (گمراہوں) کا مادہ بدل کر ﴿الظَّالِّين﴾ (سایہ دار یا ہمیشہ رہنے والوں) بننے اور نماز فاسد ہونے کا فقہی خدشہ پیدا ہوتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ جدید عربی لہجے کی تقلید میں اسے "دالِ مفخمہ" (موٹی دال) کے طور پر ادا کرتا ہے جس پر قدیم صفتِ رخاوت اور استطالت کے ضیاع کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس تاریخی اور معاصر نزاع کا قرآن کے معنوی تحفظ، فقہی احکام اور جدید صوتیاتی تجربات کی روشنی میں ایک جامع اور متوازن حل پیش کرنا اس تحقیق کا بنیادی مسئلہ ہے۔

۱.۲۔ سوالاتِ تحقیق (Research Questions)

یہ تحقیقی مضمون درج ذیل کلیدی سوالات کے جوابات تلاش کرتا ہے:

۱۔ برصغیر کی مقامی زبانوں (اردو اور فارسی وغیرہ) کے صوتی انضمام نے حروفِ خمسہ بالخصوص "ضاد" کی قرآنی ادائیگی کو کس طرح متاثر کیا اور اس سے کون سے تاریخی و فقہی مکاتبِ فکر وجود میں آئے؟

۲۔ کلامِ عرب اور قرآنِ کریم میں "ضاد" اور "ظاء" کے اختلاط سے کیا معنوی، تفسیری اور اعتقادی مفاسد لازم آتے ہیں؟

۳۔ جدید ذرائع ابلاغ اور حرمین شریفین کے لہجے نے ادائیگیِ ضاد کے روایتی منظر نامے کو کس حد تک تبدیل کیا ہے، اور قدیم رخوہ ضاد و جدید شدیدہ ضاد (دالِ مفخمہ) کی صوتی حقیقت کیا ہے؟

۴۔ جدید صوتیاتی آلات یعنی طیف نگاری (Spectrography) اور تالو نگاری (Palatography) "ضاد" اور "ظاء" کے مخرج اور صفتِ استطالت کے بارے میں کیا سائنسی فیصلہ صادر کرتے ہیں؟

۵۔ اس قضیے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نفسیاتی دباؤ (تجویدی وسوسے) اور تدریسی مشکلات کا فقہی اور عملی حل کیا ہے؟

۱.۳۔ منہجِ تحقیق (Research Methodology)

موضوع کی نوعیت اور وسعت کے پیشِ نظر اس مقالے میں "مخلوط منہجِ تحقیق" اختیار کیا گیا ہے، جو چار ستونوں پر استوار ہے:

- **منہجِ استقرائی:** قرآنِ کریم اور امہات الکتب سے ضاد اور ظاء کے مشتبہ نظائر اور فقہی و تجویدی نصوص کو جمع کرنے کے لیے۔
- **منہجِ توصیفی و تجزیاتی:** جمع شدہ لغوی، نحوی اور تجویدی شواہد کا فنی اور دلالتی تجزیہ کرنے کے لیے۔
- **منہجِ تقابلی:** مذاہبِ اربعہ کے فقہی اقوال، برصغیر کے چار بڑے مکاتبِ فکر اور قدیم و جدید عربی لہجوں کے موازنے کے لیے۔
- **منہجِ تجرباتی (سائنسی):** جدید صوتیاتی تجربہ گاہوں کے طیف نگاری (Spectrographic) اور تالو نگاری (Palatographic) نتائج کی روشنی میں مخارج و صفات کی طبعی جانچ کے لیے۔

۲۔ سابقہ تحقیقات کا جائزہ اور تحقیقی خلا (Literature Review)

حروفِ خمسہ اور بالخصوص ضاد و ظاء کے امتیاز پر اسلامی تاریخ کے ہر دور میں گراں قدر علمی کام ہوا ہے، جسے تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

اول: کلاسیکی لغوی و تجویدی مصادر: تدوینِ لغت کے ابتدائی دور میں امام خلیل بن احمد فراہیدی (م ۱۷۰ھ) نے کتاب العین میں اور ان کے شاگردِ رشید امام سیبویہ (م ۱۸۰ھ) نے *الکتاب* میں حروفِ عربیہ کے مخارج و صفات کا وہ دقیق نقشہ کھینچا جو آج بھی صوتیات کی اساس ہے۔[5] بعد ازاں ابن السکیت (م ۲۴۴ھ) نے *القلب والإبدال* میں، ابو الطیب اللغوی (م ۳۵۱ھ) نے کتاب الإبدال میں اور ابو الفتح عثمان بن جنی (م ۳۹۲ھ) نے سر صناعۃ الإعراب اور الخصائص میں حروف کے صوتی تقارب اور ابدال کی علل پر فلسفیانہ بحث کی۔[6] پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں جب عجمی اختلاط سے حروفِ خمسہ کا بگاڑ بڑھا تو اندلس کے محقق علامہ ابن السید البطلیوسی (م ۵۲۱ھ) نے الفرق بین الحروف الخمسۃ تالیف کی اور "اصولِ حصر" وضع کر کے ظاء والے الفاظ کو ضاد سے ممتاز کیا۔[7] علمِ تجوید میں مکی بن ابی طالب القیسی (م ۴۳۷ھ) نے *الرعایۃ لتجوید القراءۃ* میں، امام ابو عمرو الدانی (م ۴۴۴ھ) نے التحدید میں، امام ابن الجزری (م ۸۳۳ھ) نے *النشر فی القراءات العشر* اور *المقدمۃ الجزریۃ* میں، ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) نے المنح الفکریۃ میں اور علامہ محمد بن ابی بکر المرعشی المعروف ساچقلی زادہ (م ۱۱۵۰ھ) نے *جہد المقل* میں ضاد کے مخرج اور ظاء سے اس کے امتیاز پر مستقل فصول قائم کیں۔[8]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دوم: برصغیر پاک وہند کا تراثی ذخیرہ: انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں برصغیر میں ضاد کے تلفظ پر درجنوں رسائل لکھے گئے۔ ان میں مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) کا عربی رسالہ اِلجام الصاد عن سنن الضاد، مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کی کتب جمال القرآن، فوائد القراءۃ اور امداد الفتاویٰ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی (م ۱۳۰۷ھ) کی تحریریں، اور دوسری طرف قاری رحیم بخش پانی پتی (م ۱۴۰۳ھ) کی تصانیف القول الفیصل اور *اضاد والظاء* خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[9]

سوم: جدید صوتیاتی اور استشراقی مطالعات: عصرِ حاضر میں جب صوتیات ایک تجرباتی علم بنی تو ڈاکٹر ابراہیم انیس نے الأصوات اللغویۃ اور فی اللہجات العربیۃ میں، اور ڈاکٹر غانم قدوری الحمد نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف الدراسات الصوتیۃ عند علماء التجوید میں قدیم تجویدی قواعد کو جدید صوتیاتی آلات کی روشنی میں پرکھا۔[10] اسی طرح پروفیسر سلمان حسن العانی نے اپنی کتاب Arabic Phonology: An Acoustical and Physiological Investigation میں، پیٹر لیڈفوگیڈ نے A Course in Phonetics میں، اور ڈینیئل نیومن اور کرسٹن بروسٹرڈ نے اپنے تحقیقی مقالات میں حروفِ مطبقہ اور ضاد کے طیف نگاری اور تالو نگاری تجزیے پیش کیے۔[11] مستشرقین میں ایڈورڈ ولیم لین، تھیوڈور نولڈیکے، گوٹہلف برگسٹراسر، کارل وولرز اور آرتھر جیفری نے بھی عربی صوتیات کے تاریخی ارتقاء پر بحث کی، اگرچہ ان کا زاویۂ نگاہ معیاری (Prescriptive) کے بجائے محض توصیفی (Descriptive) رہا۔[12]

تحقیقی خلا (Research Gap): سابقہ ذخیرۂ علم کے تنقیدی مطالعے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ قدیم لغویین کی مساعی زیادہ تر الفاظ کے استقرائی جمع وضبط تک محدود رہیں، فقہا نے صوتی میکانزم کی گہرائی میں اترے بغیر صرف فسادِ صلاۃ کے احکام بیان کیے، برصغیر کے رسائل میں مناظرانہ رنگ غالب رہا، جبکہ جدید ماہرینِ صوتیات نے صرف طبعی امواج اور تشریحی پہلوؤں پر بحث کی لیکن اس کے قرآنی، دلالتی اور فقہی مضمرات سے تعرض نہیں کیا۔ چنانچہ ایک ایسے بین العلومی اور تطبیقی مطالعے کی شدید ضرورت تھی جو برصغیر کے تاریخی قضیے، قرآنی دلالت، جدید ذرائع ابلاغ کے اثرات، طیف نگاری کے سائنسی شواہد اور فقہی اصولِ رفعِ حرج کو یکجا کر کے ایک جامع اور قابلِ عمل حل پیش کرے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی تحقیقی خلا کو پُر کرنے کی ایک علمی کاوش ہے۔

۳۔ برصغیر پاک وہند میں "ضاد" کا تاریخی ولسانی قضیہ

قرآنِ کریم فصیح عربی زبان میں نازل ہوا جس کا اپنا ایک منفرد اور متوازن صوتی نظام ہے۔ جب اسلام ایران اور برصغیر ہند میں پھیلا تو عربی حروف کا سامنا ہند آریائی اور فارسی صوتی نظاموں سے ہوا۔ اس لسانی ملاپ اور ٹکراؤ نے حروفِ خمسہ (بالخصوص ضاد، ظاء اور ذال) کی ادائیگی میں ایک ایسا صوتی بحران پیدا کیا جس کے اثرات آج تک مقامی لہجوں میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

۱.۳۔ اردو اور فارسی میں "صوتی انضمام" اور حرفِ "ز" کی اجارہ داری

برصغیر کے قاری کے لیے حروفِ خمسہ کی درست ادائیگی میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کی مادری زبان (اردو، پنجابی، سندھی یا پشتو) اور تاریخی طور پر فارسی کا صوتی ڈھانچہ ہے۔ عربی زبان میں چار حروف اپنے مخارج اور صفات کے اعتبار سے بالکل الگ شناخت رکھتے ہیں:

۱۔ ذال (ذ): طرفِ لسان اور ثنایا علیا سے نکلنے والی نرم، مجہور اور مستفل آواز۔

۲۔ زاء (ز): طرفِ لسان اور ثنایا سفلیٰ کے اتصال سے نکلنے والی صفیر (سیٹی) دار اور تیز آواز۔

۳۔ ضاد (ض): حافۂ لسان اور اضراسِ علیا سے نکلنے والی مفخم، مطبق اور مستطیل آواز۔

۴۔ ظاء (ظ): طرفِ لسان اور ثنایا علیا سے نکلنے والی مفخم اور مطبق آواز۔

تاہم فارسی اور اردو کے صوتی نظام میں ان چاروں حروف کا "صوتی انضمام" ہو چکا ہے؛ چنانچہ اردو بولنے والا عام متکلم روزمرہ گفتگو میں ان چاروں حروف کو صرف ایک ہی آواز یعنی "ز" (صفیر دار آواز) سے ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو کے چار الفاظ "ذلیل"، "زور"، "ضدی" اور "ظالم" میں تحریری علامات مختلف ہونے کے باوجود پہلا حرف روزمرہ بول چال میں بالکل یکساں (ز کی آواز کے ساتھ) ادا ہوتا ہے۔ جب ایک عام عجمی قاری تلاوتِ قرآن کا آغاز کرتا ہے تو اس کا لاشعور اور لسانی عادت اسے مادری زبان کے اسی مانوس مخرج کی طرف کھینچتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ذال کی نرمی ختم ہو کر زاء کی سیٹی میں بدل جاتی ہے، اور ضاد وظاء دونوں اپنی تفخیم اور اطباق کھو کر باریک "ز" بن جاتے ہیں، یا جب قاری تکلف کے ساتھ انہیں موٹا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو زبان کی نوک کے استعمال سے ضاد کو بھی "ظاء" یا "زواد" بنا دیتا ہے۔ یہ لحن کسی دیدہ ودانستہ غفلت کا نتیجہ نہیں بلکہ مادری زبان کی "لسانی اسیری" اور صوتی عادت کا طبعی اثر ہے۔[13]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۲.۳۔ "ضادِ مشابہ بظاء (زواد)" بمقابلہ "ضادِ مشابہ بدال": برصغیر کے چار مکاتبِ فکر

برصغیر کی لسانی و فقہی تاریخ میں ضاد کی ادائیگی پر ہونے والے مباحث نے بنیادی طور پر دو بڑے صوتی رجحانات اور چار نمائندہ علمی مواقف کو جنم دیا:

۱۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور رسالہ "اِلجام الصاد عن سنن الضاد":

برصغیر میں جب یہ بحث شدت اختیار کر گئی کہ ضاد کی آواز ظاء کے مشابہ ہونی چاہیے یا دال کے، تو مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۳۱۶ھ میں *اِلجام الصاد عن سنن الضاد* کے نام سے ایک مبسوط عربی رسالہ تحریر کیا۔ انہوں نے قدیم ائمہِ تجوید کی نصوص اور تشریحی دلائل سے واضح کیا کہ ضاد اور ظاء کے مخارج میں بعد ہے؛ ضاد کا مخرج حافہِ لسان (زبان کی کروٹ) مع الاضراس ہے جبکہ ظاء کا مخرج طرفِ لسان (زبان کی نوک) مع الثنایا ہے۔ ان کا موقف تھا کہ جو لوگ ضاد کو ظاء یا زواد پڑھتے ہیں وہ دراصل زبان کی کروٹ کے بجائے نوک استعمال کر کے مخرج ہی بدل دیتے ہیں۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ ضاد کو قصداً ظاء پڑھنا معنی کی تبدیلی (جیسے ضالین بمعنی گمراہ اور ظالین بمعنی سایہ دار) کے سبب مفسدِ نماز ہے؛ تاہم فقہ حنفی کے اصولِ "عمومِ بلویٰ" کے تحت انہوں نے ان عوام الناس کو معذور قرار دیا جو پیہم کوشش کے باوجود صحیح مخرج ادا کرنے سے قاصر ہوں، بشرطیکہ وہ سیکھنے کی سعی جاری رکھیں۔[14]

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور دیوبندی مکتبِ فکر کا اصلاحی و اعتدالی منہج:

علمائے دیوبند بالخصوص حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تصانیف *جمال القرآن*، *فوائد القراءۃ* اور *امداد الفتاویٰ* میں اس مسئلے کو تدریسی اور اصلاحی زاویے سے حل کیا۔ مولانا تھانوی اس امر پر متفق تھے کہ ضاد اور ظاء دو مستقل اور متبائن آوازیں ہیں اور ہندوستان میں رائج "زواد" فارسی لہجے کے غلبے کا نتیجہ ہے جو فصیح عربی کے خلاف ہے۔ انہوں نے فقہی حکم میں اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے قرار دیا کہ مکلف پر "جہد" (کوشش اور مشق) فرض ہے؛ اگر کوئی شخص مشق کے باوجود خالص ضاد ادا نہ کر سکے اور اس کی زبان سے بے ساختہ ظاء یا موٹی دال سے ملتی جلتی آواز نکل جائے تو عذر کی بنا پر اس کی نماز درست ہو جائے گی، لیکن جو شخص تعصب یا ہٹ دھرمی سے غلط آواز ہی کو اصل عربی ضاد قرار دے اور اصلاح سے اعراض کرے، اس کی نماز خطرے سے خالی نہیں۔[15]

۳۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور اہلِ حدیث مکتبِ فکر:

برصغیر کے اہلِ حدیث علما بالخصوص نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے براہِ راست عرب علما اور سلف کے منہج سے استشہاد کرتے ہوئے ہندوستانی لہجے (زواد) کا رد کیا۔ ان کا استدلال تھا کہ قرآنِ مجید لغتِ قریش پر نازل ہوا ہے اور اہلِ عرب کے ہاں ضاد کی ادائیگی میں قوت، تفخیم اور حافہِ لسان کا جماؤ پایا جاتا ہے جو سننے میں "دالِ مفخمہ" کے قریب محسوس ہوتا ہے، نہ کہ ظاء یا زاء کی طرح سست اور سیٹی دار۔ چنانچہ انہوں نے حجاز اور عرب دنیا کے مشاہدے کی بنیاد پر ضاد کو ظاء کی مشابہت سے پاک رکھنے کی تلقین کی۔[16]

۴۔ قاری رحیم بخش پانی پتی اور "ضادِ مشابہ بظاء (زواد)" کا فنی دفاع:

اس علمی قضیے کا دوسرا رخ برصغیر کے نامور استادِ قراءت قاری رحیم بخش پانی پتی کی تصانیف القول الفیصل اور الضاد والظاء میں سامنے آتا ہے۔ انہوں نے اور ان کے ہم نوا قراء نے ضاد کو ظاء کے قریب (نرم اور جاری آواز) پڑھنے کا فنی دفاع کیا۔ ان کی بنیادی دلیل یہ تھی کہ متقدمین ائمہِ تجوید (جیسے سیبویہ، الدانی اور ابن الجزری) کے نزدیک ضاد بالاتفاق "حروفِ رخوہ" میں سے ہے جن میں مخرج پر آواز بند نہیں ہوتی بلکہ جاری رہتی ہے، جبکہ حرفِ دال "حروفِ شدیدہ" میں سے ہے جس میں آواز مخرج پر رک جاتی ہے اور قلقلاہ پیدا ہوتا ہے۔ ان کا استدلال تھا کہ ضاد کو موٹی دال کی طرح پڑھنے سے اس کی صفتِ رخاوت اور استطالت ختم ہو کر شدت میں بدل جاتی ہے، لہٰذا صفتِ رخاوت کو بچانے کے لیے اسے نرم پڑھنا (جو سمعی طور پر ظاء سے مشابہت رکھتا ہے) دال پڑھنے کی بہ نسبت اقرب الی الصواب ہے۔[17]

حقیقتِ حال کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر میں "زواد" کا چلن دراصل مخرج کی درستگی (زبان کی کروٹ لگانے کی کوشش) اور عجمی لہجے (اردو و فارسی کی زنما آواز) کے اختلاط سے پیدا ہوا تھا؛ یعنی قراء زبان کی کروٹ تو اضراس کی طرف لے جاتے تھے لیکن آگے سے طرفِ لسان میں فرجہ چھوڑنے یا اردو کے صوتی اثر سے آواز میں زاء اور ظاء کی کیفیت در آتی تھی۔

۴۔ کلامِ عرب اور قرآنِ کریم میں "ضاد" اور "ظاء" کے اختلاط کے معنوی، نحوی اور اعتقادی اثرات

زیرِ نظر قضیے کی نزاکت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ناگزیر ہے کہ ضاد اور ظاء کا فرق محض صوتی آرائش نہیں بلکہ قرآنِ کریم کے معنوی اور نحوی نظام کی بقا کا ضامن ہے۔ علامہ ابن السید البطلیوسی نے الفرق بین الحروف الخمسۃ میں اور امام ابن الجزری نے المقدمۃ الجزریۃ میں "منہجِ حصر" اختیار کرتے ہوئے پورے قرآنِ کریم کے ان تمام مادوں کو شمار کر لیا ہے جن میں "ظاء" وارد ہوا ہے (قرآنِ حکیم میں کل بتیس مادے

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایسے ہیں جن میں ظاء آتا ہے، جیسے الظلم، الظل، العظیم، الحفظ، الأیقاظ، الغلاظ، الکاظمین، الغیظ، النظر وغیرہ)، تاکہ ان کے ماسوا تمام مقامات میں ضاد کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔[18] جب لحنِ جلی کے طور پر ان دونوں حروف کا اختلاط واقع ہوتا ہے تو درج ذیل سنگین مفاسد جنم لیتے ہیں:

۴.۱۔ دلالتی واعتقادی فساد اور قرآنی نظائر کا تقابلی جائزہ

قرآنِ کریم میں متعدد ایسے صوتی جوڑے موجود ہیں جن میں ضاد کو ظاء یا ظاء کو ضاد سے بدلنے سے آیت کا مفہوم مسخ ہو جاتا ہے یا اعتقادی اور نحوی خلل واقع ہوتا ہے:

- **۱۔ الضَّلَال (گمراہی) بمقابلہ الظِّلَال (سایہ یا ہمیشگی):** سورۃ الفاتحہ کی آیت ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ میں "الضالین" کا مادہ (ض ل ل) ہے جس کا معنی راہِ حق سے بھٹک جانے اور ہلاک ہونے والے ہیں۔ اس کے برعکس اگر اسے ظاء سے "الظالین" پڑھا جائے تو اس کا مادہ (ظ ل ل) بن جاتا ہے جس کے لغتِ عرب میں دو معانی ہیں: سایہ دار ہونا (جیسے ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾) یا کسی حالت پر دائمی طور پر برقرار رہنا (جیسے ﴿ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا﴾)۔ چنانچہ ظاء پڑھنے سے دعا کا مفہوم یہ بن جاتا ہے کہ "اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کے راستے سے بچا جو سائے میں ہیں یا ہمیشہ رہنے والے ہیں"، جو کہ صریح فسادِ معنی اور دعا کے مقصود کی ضد ہے۔[19]
- **۲۔ النَّضْرَة (تروتازگی ورونق) بمقابلہ النَّظْرَة (دیکھنا وانتظار کرنا):** سورۃ القیامہ کی آیات ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ میں پہلے کلمے "ناضرۃ" (ضاد کے ساتھ، از مادہ ن ض ر) کا معنی جنت کی نعمتوں سے چہروں کی تروتازگی اور شادابی ہے، جبکہ دوسرے کلمے "ناظرۃ" (ظاء کے ساتھ، از مادہ ن ظ ر) کا معنی اپنے رب کا دیدار کرنا ہے، جو اہلِ سنت والجماعت کے ہاں عقیدۂ رؤیتِ باری تعالیٰ کی نصِ صریح ہے۔ اگر لحن کی وجہ سے دونوں کو ظاء پڑھا جائے تو پہلے جملے سے چہروں کی رونق اور بشارت زائل ہو جائے گی، اور اگر دونوں کو ضاد پڑھا جائے تو دوسرے جملے میں "اِلیٰ" کا صلہ بے کار ہو کر جملہ نحوی طور پر مہمل ہو جائے گا اور دیدارِ الٰہی کی قرآنی دلیل مسخ ہو جائے گی۔[20]
- **۳۔ الغَيْض (پانی کا گھٹنا اور زمین میں جذب ہونا) بمقابلہ الغَيْظ (شدید غصہ اور دل کا ابلنا):** سورۃ ہود کی آیت ﴿وَغِيضَ الْمَاءُ﴾ میں "غیض" (ضاد کے ساتھ) فعلِ لازم بطور مجہول ہے جس کا معنی طوفانِ نوح کے پانی کا زمین میں دھنس جانا ہے۔ اس کے برعکس "غیظ" (ظاء کے ساتھ، جیسے ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ﴾) کا معنی شدید غضب اور اندرونی جلن ہے۔ ان دونوں کا تبادلہ معنی اور نحوی تعدیہ ولزوم دونوں کو منہدم کر دیتا ہے۔[21]
- **۴۔ الحَضّ (ترغیب دینا اور ابھارنا) بمقابلہ الحَظّ (حصہ اور نصیب):** سورۃ الحاقہ کی آیت ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ میں "یحض" (ضاد سے) کا معنی مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ کرنا اور ترغیب دینا ہے۔ اگر اسے ظاء سے "یحظ" پڑھا جائے تو مادہ (ح ظ ظ) بمعنی نصیب اور حصہ بن جائے گا، جس سے نہ صرف معنی باطل ہو جاتا ہے بلکہ حرفِ جار "علیٰ" کا نحوی تعلق (صلہ) بھی ٹوٹ جاتا ہے۔[22]
- **۵۔ بِضَنِينٍ (بخیل) بمقابلہ بِظَنِينٍ (متہم):** سورۃ التکویر کی آیت ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ قرآنِ کریم کا وہ واحد مقام ہے جہاں ضاد اور ظاء دونوں قراءاتِ متواترہ سے ثابت ہیں (عاصم، نافع، ابن عامر، حمزہ اور کسائی کے ہاں ضاد سے "بضنین" بمعنی وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں؛ جبکہ ابن کثیر، ابو عمرو اور کسائی کے ایک قول میں ظاء سے "بظنین" بمعنی وہ غیب کے معاملے میں تہمت زدہ یا مشکوک نہیں ہیں)۔ یہاں چونکہ دونوں قراءتیں تواترِ نبوی ﷺ سے منقول ہیں، اس لیے یہ تبدیلی فسادِ معنی کے بجائے "توسیعِ معنی" کا اعجاز پیش کرتی ہے جو نبی کریم ﷺ کی سخاوتِ علمی اور امانتِ وحی دونوں کی بیک وقت تصدیق کرتی ہے۔ لیکن اس واحد منصوص مقام کے سوا کسی بھی دوسری آیت میں قیاس یا لحن کے ذریعے ضاد اور ظاء کا تبادلہ بالاتفاق ناجائز ہے۔[23]

۴.۲۔ سورۃ الفاتحہ میں "الضالین" بمقابلہ "الظالین" اور مذاہبِ اربعہ کا فقہی محاکمہ

سورۃ الفاتحہ میں لحنِ جلی کا مسئلہ عام آیات کی بہ نسبت کہیں زیادہ حساس ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی)۔[24] ضاد اور ظاء کے اختلاط پر مذاہبِ اربعہ کے فقہا کے ہاں درج ذیل اصولی مواقف پائے جاتے ہیں:

- **۱۔ فقہ حنفی (متقدمین کا تشدد اور متاخرین کی تیسیر و مفتیٰ بہ قول):** متقدمین احناف (جیسے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے عمومی ضابطے اور قاضی خان کی تصریح) کے نزدیک اگر قراءت میں ایسی غلطی ہو جس سے معنی فاحش طور پر بدل جائے اور اس کا مثل قرآن میں موجود نہ ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔[25] تاہم جب عجمیوں کا غلبہ ہوا اور ضاد و ظاء میں امتیاز عوام الناس کے لیے امرِ عسیر بن گیا، تو متاخرین فقہائے حنفیہ (جیسے صاحب المحیط البرہانی برہان الدین ابنِ مازہ، ملا علی قاری اور علامہ ابنِ عابدین شامی) نے "عمومِ بلویٰ"، "عذرِ عجم" اور "قربِ مخرج وصفت" کے اصولوں پر عدمِ فسادِ صلاۃ کا فتویٰ دیا۔ علامہ ابنِ عابدین شامی ردالمحتار کے باب "زلۃ القاری" میں حتمی فیصلہ رقم کرتے ہیں کہ ضاد اور ظاء کا مسئلہ خاص ہے؛ اگرچہ ان کے تبادلے سے معنی بدل جاتا ہے، لیکن چونکہ ان میں تمیز کرنا

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انتہائی دشوار ہے اور اکثر لوگ مشق کے باوجود فرق نہیں کر پاتے، اس لیے رفعِ حرج کے پیشِ نظر مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ جو شخص فرق کرنے پر قادر ہو اور قصداً غلط پڑھے تو وہ گنہگار ہے اور اس کی نماز خطرے میں ہے۔[26]

- **۲۔ فقہ شافعی:** امام شافعی کے نزدیک سورۃ الفاتحہ اپنی تمام تشدیدات اور حروف سمیت نماز کا رکنِ اعظم ہے۔ علامہ نووی *المجموع شرح المہذب* میں تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص قادر ہونے کے باوجود ضاد کو ظاء پڑھے اس کی نماز باطل ہے، اور جو شخص فطری عجز یا عجمی لکنت کے سبب قاصر ہو اور سیکھنے کی کوشش کر رہا ہو اس کی اپنی نماز تو درست ہے، لیکن وہ صحیح القراءۃ مقتدیوں کی امامت کا اہل نہیں۔[27]
- **۳۔ فقہ مالکی:** مالکیہ کے ہاں مدار "قدرت اور عجز" پر ہے۔ جو شخص قدرت کے باوجود سستی سے حروف بدلے اس کی نماز فاسد ہے، اور جو عاجز ہو اس کی نماز صحیح ہے۔ مزید برآں، متاخرین مالکیہ (جیسے علامہ شمس الدین الدسوقی) نے ضاد اور ظاء کے شدید صوتی تقارب کے باعث عوام کے حق میں عدمِ فساد کو ترجیح دی ہے۔[28]
- **۴۔ فقہ حنبلی اور شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کا محققانہ توسع:** حنابلہ کا عمومی قاعدہ شوافع کے مماثل ہے، لیکن شیخ الاسلام تقی الدین ابنِ تیمیہ نے *مجموع الفتاویٰ* میں ضاد اور ظاء کے مسئلے پر جو تحقیقی فتویٰ صادر کیا وہ بے حد بصیرت افروز ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ضاد اور ظاء میں مخرج وصفات کی قربت شدید ہے اور ان کے مابین دقیق صوتی حدِ فاصل کو قائم رکھنا جمہور عوام کی استطاعت سے باہر ہے، لہٰذا آیتِ کریمہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کی رو سے ایسے اختلاط سے نماز باطل قرار نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اگر ایسے باریک صوتی فروق پر بطلانِ صلاۃ کا حکم لگایا جائے تو امت کی عظیم اکثریت کی نمازیں باطل قرار پائیں گی۔[29]

۵۔ عالمگیریت، جدید ذرائع ابلاغ اور "حرمین شریفین کے لہجے" کی بالادستی

اکیسویں صدی میں علمِ تجوید و قراءت کی منتقلی محض مقامی درس گاہ میں استاد اور شاگرد کے روایتی حلقے تک محدود نہیں رہی، بلکہ جدید سمعی و بصری ذرائع ابلاغ نے اسے ایک عالمی صوتی معیاریت میں ڈھال دیا ہے۔ ماضی میں لاہور، دیوبند، بریلی یا لکھنؤ کے مدرسے کا طالبِ علم صرف اپنے مقامی استاد کی تلاوت سنتا تھا، لیکن آج کا قاری اور عام نمازی براہِ راست نشریات کے ذریعے مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے ائمہ کی تلاوت سنتا ہے۔ اس صوتی انقلاب نے برصغیر کے روایتی لہجے پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں:

۵.۱۔ سمعی و بصری ذرائع ابلاغ کے تین ادوار اور صوتی تقلید

برصغیر میں قراءت کے معیارات کی تبدیلی تین واضح مراحل سے گزری ہے:

۱۔ کیسٹ اور سمعی ریکارڈنگ کا دور (۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۰ء): جب شیخ عبد الرحمن السدیس اور شیخ سعود الشریم کی تراویح کی تلاوتیں برصغیر کے گھر گھر پہنچیں تو عوام و خواص نے پہلی بار بڑے پیمانے پر محسوس کیا کہ جس "ضاد" کو مقامی طور پر نرم اور ظاء نما (زواد) پڑھا جاتا ہے، حرمین شریفین کے ائمہ اسے ایک پرشکوہ، سخت اور منضبط آواز (شدیدہ) کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔[30]

۲۔ **براہِ راست فضائی نشریات کا دور:** رمضان المبارک میں حرمین سے تراویح کی براہِ راست نشریات نے عوامی شعور میں یہ تصور راسخ کر دیا کہ فصیح عربی ادائیگی وہی ہے جو مہبطِ وحی میں تلاوت کی جا رہی ہے۔

۳۔ **برقی شبکات اور عالمی درس گاہوں کا دور:** حالیہ دہائی میں طلبہ اور عوام نے مقامی لہجوں کے بجائے عرب قراء اور تجویدی مراکز سے براہِ راست استفادہ شروع کر دیا۔ اس رجحان نے جہاں مقامی قاری کے لیے "شناخت کا بحران" پیدا کیا—کیونکہ روایتی زواد پڑھنے والے امام کو اب عام مقتدی بھی ٹوکنے لگے—وہیں اس نے تحقیق کے بجائے محض سمعی نقل (صوتی تقلید) کو بھی فروغ دیا۔

۵.۲۔ قدیم فصیح ضاد بمقابلہ جدید معیاری ضاد (دالِ مفخمہ): ایک تاریخی و صوتیاتی محاکمہ

یہاں اس تحقیقی سوال کا بے لاگ جائزہ لینا ضروری ہے کہ عصرِ حاضر میں مصر، شام اور حرمین شریفین میں جو ضاد پڑھی جا رہی ہے، کیا وہ بعینہٖ وہی ضاد ہے جس کی توصیف امام سیبویہ اور امام ابن الجزری نے کی تھی؟

۱۔ قدیم کلاسیکی ضاد (Classical Ḍād):

امام سیبویہ کی *الکتاب* اور امام ابن الجزری کی *النشر* کے مطابق قدیم فصیح ضاد کی دو لازمی صفات "رخاوت" (آواز کا مخرج میں جاری رہنا) اور "استطالت" (حافۂ لسان کے اول سے آخر تک آواز کا پھیلنا) تھیں۔ جدید صوتیاتی اصطلاح میں پروفیسر سلمان العانی اور گارڈنر نے اسے "مجہور، مطبق، جانبی، رخوہ آواز" (Voiced Pharyngealized Lateral Fricative) قرار دیا ہے۔ اس قدیم ادائیگی میں زبان کی کروٹ اوپر کی داڑھوں سے اس طرح لگتی تھی کہ ہوا کا بہاؤ مکمل طور پر مسدود نہیں ہوتا تھا بلکہ کروٹ کی جانب سے ایک بھاری اور مسلسل رگڑ کے ساتھ جاری رہتا تھا۔[31]

۲۔ جدید معیاری ضاد (Modern Standard Ḍād / دالِ مفخمہ):

ڈاکٹر ابراہیم انیس، ڈاکٹر غانم قدوری الحمد اور کرسٹن بروسٹرڈ کی تحقیقات سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ وقت گزرنے اور شہری لہجوں میں سہولت پسندی (قانونِ تیسیر و اقتصادِ جہد) کے تحت قدیم رخوہ اور

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جانبی ضاد کی ادائیگی مشکل ہونے کے باعث بتدریج ایک صوتی ارتقاء سے گزری۔ عباسی دور کے اواخر اور مابعد صدیوں میں عرب شہروں کے اندر یہ آواز رخاوت سے نکل کر "شدت" (انفجار / بندش) میں ڈھل گئی۔ چنانچہ آج مصر، حجاز اور شام کے قراء جو ضاد ادا کرتے ہیں، وہ صوتیاتی اعتبار سے "مجہور، مطبق، دندانی ولثوی شدیدہ آواز" یعنی "دالِ مفخمہ" (موٹی دال) کے انتہائی قریب ہے، جس میں ہوا کا راستہ مکمل طور پر بند ہو کر اچانک کھلتا ہے۔[32]

۳۔ برصغیر کے تناظر میں تطبیقی فیصلہ:

میڈیا اور حرمین شریفین کے اثر سے برصغیر کے مدارس اور مساجد میں اب یہی "جدید ضاد" (دالِ مفخمہ کے قریب آواز) تیزی سے رائج ہو رہی ہے۔ اس تبدیلی کا مثبت پہلو یہ ہے کہ اس نے برصغیر کے قراء اور عوام کو "ضاد" اور "ظاء / زاء" کے خطرناک انضمام (جیسے مغضوب کو مغذوب یا ضالین کو ظالین پڑھنے) سے نجات دلا دی ہے۔ اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ بعض قراء مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے زبان کی کروٹ (حافہ) کو بالکل معطل کر دیتے ہیں اور طرفِ لسان سے خالص دال پڑھ دیتے ہیں جس میں قلقلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تحقیقی اور معتدل رائے یہ ہے کہ اگرچہ معاصر عرب قراء کی ضاد قدیم سیبویہی ضاد کی صفتِ رخاوت پر سو فیصد پوری نہیں اترتی، تاہم یہ مخرج کے اعتبار سے (زبان کے کناروں اور تالو کے انطباق کی وجہ سے) "ظاء" یا "زواد" کے مقابلے میں اصل ضاد سے کہیں زیادہ قریب ہے اور قرآن کے معنوی و نحوی تحفظ کے لیے ایک محفوظ ترین حصار ہے۔[33]

۶۔ جدید صوتیاتی سائنس اور تشریح الاعضا: مخارج کی تجرباتی تصویر کشی

اکیسویں صدی میں علمِ صوتیات محض ایک نظری اور قیاسی فن نہیں رہا بلکہ ایک دقیق تجرباتی سائنس بن چکا ہے۔ ماضی میں قاری کی ادائیگی کو پرکھنے کا واحد پیمانہ استاد کی قوتِ سماعت تھی، جس میں ذاتی رجحانات اور علاقائی عادات کے تفاوت کا امکان رہتا تھا؛ لیکن آج جدید صوتیاتی تجربہ گاہوں میں "طیف نگار" (Spectrograph)، "تالو نگار" (Palatograph) اور "شعاعی عکس بندی" (X-Ray Microbeam) جیسے معروضی آلات موجود ہیں جو آواز کی لہروں اور اعضائے نطق کی حرکات کو بصری خطوط اور ہندسی اعداد و شمار میں منجمد کر دیتے ہیں۔[34] جب ہم حروفِ خمسہ بالخصوص "ضاد" اور "ظاء" کو ان سائنسی آلات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو قدیم ائمۂ تجوید کی تحقیقات کی حیرت انگیز سائنسی توثیق سامنے آتی ہے:

۶.۱۔ طیف نگاری تجزیہ (Spectrographic Analysis)—آواز کا طبعی نقشہ

طیف نگار ایک ایسا سائنسی آلہ ہے جو انسانی آواز کی تین طبعی خصوصیات—ارتعاش کی شرح (Frequency)، دورانیہ (Time) اور صوتی توانائی کی شدت (Intensity)—کو ایک بصری نقشے (طیف نامہ) کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ پروفیسر سلمان العانی اور دیگر ماہرینِ صوتیات کے تجربات کی روشنی میں جب ضاد اور ظاء کے طیف ناموں کا موازنہ کیا جاتا ہے تو درج ذیل قطعی فروق سامنے آتے ہیں:

۱۔ حرفِ "ظاء" (ظ) کا طیف نامہ (مسلسل رگڑ اور ارتعاشی شور):

- **صوتی نوعیت:** ظاء ایک رخوہ (رگڑ دار) اور بین الاسنانی (دانتوں کے درمیان سے نکلنے والا) حرف ہے۔
- **بصری علامت:** طیف نگار کے نقشے پر ظاء کی لہریں "مسلسل اور بے قاعدہ ارتعاش" کی صورت میں نمودار ہوتی ہیں۔ اس میں صوتی توانائی کا ارتکاز بلند ارتعاشی پٹی (۴۰۰۰ سے ۸۰۰۰ ہرٹز کے درمیان) میں پایا جاتا ہے، جو اس کی رگڑ اور سنسناہٹ کی طبعی دلیل ہے۔
- **عدمِ انقطاع:** ظاء کے طیف نامے میں کہیں بھی "سکوتی خلا" نظر نہیں آتا، بلکہ آواز کے آغاز سے اختتام تک ایک متصل لہر چلتی ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ مخرج کسی بھی لمحے مکمل طور پر بند نہیں ہوا بلکہ ہوا دانتوں اور زبان کی نوک کے درمیانی فرجے سے مسلسل رگڑ کھا کر خارج ہوتی رہی ہے۔[35]

۲۔ حرفِ "ضاد" (ض) کا طیف نامہ (سکوتی خلا اور انفجاری لکیر):

- **قدیم رخوہ ضاد کی صورت:** اگر قدیم جانبی اور رخوہ ضاد ادا کی جائے تو اس کا طیف نامہ اگرچہ تسلسل میں ظاء سے مشابہ ہوتا ہے، لیکن اس کا صوتی طیف ظاء کی بہ نسبت کہیں زیادہ گہرا اور نچلی ارتعاشی پٹی (Low Formant Frequencies، بالخصوص دوسری صوتی لہر 2F کا شدید انخفاض جو تقریباً ۸۰۰ سے ۱۰۰۰ ہرٹز تک نیچے آجاتی ہے) میں مرکوز ہوتا ہے، جو حلق کے سکڑاؤ (اطباق) اور حافۂ لسان کی لمبی رگڑ (استطالت) کی غمازی کرتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

- **جدید معیاری ضاد کی صورت:** عصرِ حاضر میں رائج ضاد کا طیف نامہ ظاء سے کلیتاً مختلف دو واضح علامات رکھتا ہے:
  - **سکوتی خلا (Silence Gap):** آواز کے اخراج سے قبل طیف نامے پر تقریباً ۵۰ سے ۸۰ ملی سیکنڈ کا ایک سفید خالی وقفہ نمودار ہوتا ہے، جو اس بات کا قاطع ثبوت ہے کہ زبان کے کناروں اور نوک نے اوپر کے مسوڑھوں اور داڑھوں سے مل کر ہوا کا راستہ مکمل طور پر مسدود کر دیا ہے۔
  - **انفجاری عمودی لکیر (Burst Bar):** سکوتی خلا کے فوراً بعد توانائی کی ایک تیز عمودی لکیر ظاہر ہوتی ہے جو محبوس ہوا کے یکبارگی اخراج کی نشاندہی کرتی ہے۔
- **سائنسی نتیجہ:** طیف نگاری تجزیہ کسی شک و شبہے کے بغیر ثابت کرتا ہے کہ "ظاء" اور "ضاد" کی طبعی امواج، صوتی توانائی کی تقسیم اور مخارج کی بندش و کشادگی کا عمل ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی آواز قرار دینا یا ایک کو دوسرے کے قائم مقام بنانا سائنسی اعتبار سے باطل ہے۔[36]

۶.۲۔ تالو نگاری (Palatography) اور زبان کی تشریحی ہیئت

"تالو نگاری" (برقی یا بصری تالو نگاری) وہ جدید تجرباتی تکنیک ہے جس میں متکلم کے تالو پر باریک برقی محسات (Sensors) یا رنگین مادہ لگا کر یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ حرف کی ادائیگی کے وقت زبان کا کون سا حصہ تالو کے کس مقام کو کس قدر دباؤ کے ساتھ مس کر رہا ہے۔ ضاد اور ظاء کے تقابلی تالو نامے درج ذیل تشریحی حقائق آشکار کرتے ہیں:

۱۔ "ظاء" کا تشریحی میکانزم:
تالو نگاری کے عکس میں صاف نظر آتا ہے کہ ظاء کی ادائیگی کے وقت زبان کے دونوں پچھلے کنارے (حافقان) اوپر کی داڑھوں اور تالو سے بالکل الگ اور معلق رہتے ہیں۔ مس اور دباؤ کا پورا مرکز صرف "طرفِ لسان" (زبان کی اگلی نوک) پر ہوتا ہے جو ثنایا علیا (اوپر کے اگلے دو دانتوں) کے نچلے کناروں سے جا لگتی ہے اور ہوا سامنے سے خارج ہوتی ہے۔

۲۔ "ضاد" کا تشریحی میکانزم اور گنبد نما ہوا بند حجرہ:

ضاد کے تالو نامے میں منظر بالکل الٹ جاتا ہے۔ یہاں اصل اور شدید ترین دباؤ زبان کے دونوں پچھلے کناروں (حافۂ لسان) پر نظر آتا ہے جو بائیں یا دائیں جانب (یا دونوں جانب) کی اوپر والی داڑھوں (اضراسِ علیا) اور ان کے متصل مسوڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔ زبان کی نوک محض ثانوی طور پر اگلے مسوڑھوں (اصولِ ثنایا) کو چھوتی ہے تاکہ ہوا سامنے سے خارج نہ ہو سکے۔ اس طرح زبان کا درمیانی حصہ تالو کی طرف اٹھ کر (استعلاء و اطباق) ایک "گنبد نما ہوا بند حجرہ" بنا لیتا ہے۔ ڈینیئل نیو من اور ڈاکٹر غانم قدوری الحمد کے تجربات نے ثابت کیا کہ جو لوگ برصغیر میں ضاد کو "ظاء" یا "زواد" پڑھتے ہیں، ان کے تالو نامے میں زبان کے پچھلے کناروں (حافہ) پر دباؤ کا نشان سرے سے غائب ہوتا ہے اور سارا دباؤ زبان کی نوک پر منتقل ہو جاتا ہے، جو اس بات کا تجرباتی ثبوت ہے کہ وہ ضاد کے عضلات استعمال ہی نہیں کر رہے۔[37]

۶.۳۔ صفتِ "استطالت" کی طبیعیات (The Physics of Istiṭālah)

متقدمین ائمۂ تجوید (جیسے سیبویہ اور ابن الجزری) نے ضاد کے لیے ایک ایسی منفرد صفت بیان کی تھی جو حروفِ تہجی میں کسی دوسرے حرف میں نہیں پائی جاتی، اور وہ ہے "استطالت" (آواز اور مخرج کا لمبا ہونا اور پھیلنا)۔ صدیوں تک یہ صفت طلبہ کے لیے ایک دقیق معمہ بنی رہی، لیکن جدید صوتیاتی طبیعیات نے اس کی میکانکی حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے:

- **ہوا کے دباؤ کا طبیعیاتی قانون:** جب ضاد کی ادائیگی کے لیے زبان اپنے کناروں (حافہ) کو اوپر کی داڑھوں سے چپکا لیتی ہے اور آگے سے راستہ بند ہو جاتا ہے، تو پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا (ہوائے زفیر) زبان کے اس بند حجرے کے پیچھے جمع ہو کر شدید دباؤ پیدا کرتی ہے۔
- **زبان کی پیشقدمی (Sliding Movement):** اس اندرونی ہوا کے دباؤ کے زیرِ اثر زبان کی کروٹ داڑھوں کے ساتھ رگڑ کھاتی ہوئی پیچھے سے آگے کی طرف (حافہ کے آخر سے اول کی طرف، یہاں تک کہ مخرجِ لام سے جا ملے) سرکتی ہے۔ برقی تالو نگاری اور شعاعی عکس بندی کی پیمائش کے مطابق زبان کے اس آگے سرکنے اور ہوا کے پھیلنے کا عمل تقریباً **۱۰ سے ۱۵ ملی سیکنڈ** (ثانیے کے ہزارویں حصے) کا وقت لیتا ہے۔ یہی وہ طبیعیاتی اور زمانی وقفہ ہے جسے علمائے تجوید نے بارہ سو سال قبل بغیر کسی مشینی آلے کے محض اپنے وجدان اور دقیق مشاہدے سے "استطالت" کا نام دیا تھا۔
- **ظاء اور دال سے امتیاز:** حرفِ "ظاء" میں چونکہ آگے دانتوں کے درمیان سے ہوا کے نکلنے کا راستہ کھلا ہوتا ہے، اس لیے زبان کے پیچھے ہوا کا دباؤ جمع نہیں ہوتا اور زبان آگے نہیں سرکتی۔ دوسری طرف خالص "دال" میں اگرچہ راستہ بند ہوتا ہے لیکن زبان کی کروٹ داڑھوں سے نہیں چپکتی بلکہ نوک یکدم ہٹ کر قلقلہ پیدا کرتی ہے۔ پس اگر جدید ضاد (دالِ مفخمہ) ادا کرتے وقت قاری زبان کی کروٹ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کو داڑھوں پر جما کر دس سے پندرہ ملی سیکنڈ کے لیے ہوا کا یہ دباؤ اور زبان کی خفیف جنبش برقرار رکھے تو شدت کے باوجود صفتِ استطالت کا ایک بڑا حصہ محفوظ ہو جاتا ہے اور ضاد خالص دال بننے سے بچ جاتا ہے۔[38]

۷۔ نفسیاتی اثرات اور اصلاحی منہج: تدریسِ تجوید کا جدید عملی خاکہ

حروفِ خمسہ اور بالخصوص ضاد کی ادائیگی کا قضیہ عصرِ حاضر میں محض ایک لسانی بحث نہیں رہا بلکہ مساجد میں نمازیوں کے لیے ایک نفسیاتی دباؤ اور مدارس کے اساتذہ کے لیے ایک تدریسی چیلنج بن چکا ہے۔ اس مسئلے کے پائیدار حل کے لیے نفسیاتی، تدریسی اور فقہی تینوں سطحوں پر ایک مربوط لائحۂ عمل ناگزیر ہے:

۷.۱۔ "تجویدی وسوسہ" اور خشوعِ صلاۃ کا تحفظ

فقہائے کرام اور ماہرینِ نفسیات اس امر پر متفق ہیں کہ جب ادائیگیِ حروف میں احتیاط حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے تو وہ "تجویدی وسوسے" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ دین دار نمازی اور بعض ائمہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ یا ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ﴾ کی ادائیگی کے وقت اس قدر ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی کلمے کو بار بار دہراتے ہیں، چہرے اور جبڑوں کو غیر فطری طور پر ٹیڑھا کرتے ہیں اور پورا وقت اسی الجھن میں گزار دیتے ہیں کہ آیا ان کی زبان سے ضاد نکلا ہے یا ظاء یا دال۔

اس کے نتیجے میں نمازی کا ذہن استحضارِ عظمتِ الٰہی اور تدبرِ قرآن سے ہٹ کر محض زبان کی نوک اور داڑھوں کے زاویے میں الجھ کر رہ جاتا ہے اور نماز کی روح یعنی "خشوع و خضوع" فوت ہو جاتی ہے، حالانکہ تجوید وسیلہ ہے اور خشوع و تدبر مقصودِ اصلی ہے۔ امام ابن الجزری نے *النشر* میں ایسے تکلف اور تصنع کی سخت مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تجوید کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ انسان حروف کو چبائے، گلے کی رگیں پھلائے یا منہ ٹیڑھا کرے، بلکہ مطلوب وہ فطری اور سہل ادائیگی ہے جو عربوں کی طبعِ سلیم کے موافق ہو۔[39] مزید برآں، شریعت کا مسلمہ فقہی قاعدہ ہے: «اَلْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ» (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا)۔ جب قاری نے اپنی استطاعت کے مطابق حرف ادا کر دیا تو اس کی نماز یقینی طور پر درست ہو گئی؛ اب محض شک اور وسوسے کی بنا پر آیت کو دہرانا یا نماز کے بطلان کا خوف پالنا شرعاً غیر مطلوب ہے۔

۷.۲۔ تدریسِ تجوید کا جدید سہ مرحلہ عملی خاکہ (سپیچ تھراپی کی تکنیک)

ہمارے روایتی مدارس میں تجوید سکھانے کا عمومی طریقہ صرف "سمعی تقلید" پر مبنی رہا ہے، جہاں استاد حرف پڑھ کر سناتا ہے اور طالبِ علم کے غلط پڑھنے پر محض یہ کہہ دیتا ہے کہ "غلط ہے، دوبارہ پڑھو"، لیکن طالبِ علم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی زبان منہ کے اندر کس غلط مقام کو چھو رہی ہے۔ عجمی طلبہ (خصوصاً اردو بولنے والوں) کے عضلاتِ لسان چونکہ بچپن سے حافۂ لسان کے استعمال کے عادی نہیں ہوتے، اس لیے جدید صوتیاتی تدریس اور اصلاحِ نطق (Speech Therapy) کے اصولوں کی روشنی میں درج ذیل "سہ مرحلہ تدریسی خاکہ" اختیار کیا جانا چاہیے:

- **۱۔ مرحلہ اول: بصری شناخت اور تشریحی فہم (Visual & Anatomical Recognition):**
  طالبِ علم کو صرف آواز سنانے کے بجائے انسانی منہ، دانتوں اور زبان کے تشریحی خاکے یا سہ ابعادی ماڈل کے ذریعے بصری طور پر دکھایا جائے کہ "ظاء" کی ادائیگی میں زبان کی نوک سامنے کے دو دانتوں کے درمیان نظر آتی ہے، جبکہ "ضاد" کی ادائیگی میں زبان کی نوک ہرگز دانتوں سے باہر نہیں آتی بلکہ زبان کے پچھلے کنارے (حافہ) اوپر کی داڑھوں کے اندرونی حصے سے چپکتے ہیں۔
- **۲۔ مرحلہ دوم: ریاضتِ لسان اور عضلاتی مشقیں (Lingual Isolation Exercises):**
  حرف پڑھوانے سے قبل طالبِ علم کو زبان کے پٹھوں کی غیر صوتی مشق کروائی جائے:
  - **مشقِ اول (احساسِ حافہ):** طالبِ علم سے کہا جائے کہ وہ اپنی زبان کی بائیں (یا دائیں) کروٹ کو اوپر کی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے دبائے اور پانچ سیکنڈ تک وہیں روکے رکھے تاکہ اس کے دماغ اور اعصاب کو "حافۂ لسان" کے محلِ اتصال کا حسی ادراک حاصل ہو۔
  - **مشقِ دوم (حبسِ ہوا و استطالت):** طالبِ علم زبان کے کناروں کو داڑھوں سے اور نوک کو اگلے مسوڑھوں سے چپکا کر منہ کے اندر ہوا بند حجرہ بنائے اور پھیپھڑوں سے ہوا کا دباؤ اس حجرے میں بھر کر زبان کو ہلکا سا آگے سرکاتے ہوئے آواز خارج کرے۔ اس سے قلقلہ خود بخود ختم ہو جائے گا اور استطالت کی کیفیت پیدا ہو گی۔
- **۳۔ مرحلہ سوم: تقابلی صوتی مشق اور خود احتسابی (Contrastive Minimal Pair Drills):**
  طالبِ علم کو ضاد اور ظاء کے ساکن جوڑوں کی متواتر تقابلی مشق کروائی جائے؛ مثلاً پہلے وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے زبان کی نوک باہر نکال کر کہے: **« أَظْ »**، اور پھر فوراً زبان اندر کھینچ کر اور کروٹ کو داڑھوں پر جما کر کہے: **« أَضْ »**۔ اسی طرح ظَلَّ/ضَلَّ اور نَاظِرَة/نَاضِرَة کی مشق کر کے اس کی آواز ریکارڈ کی جائے اور اسے خود سنوائی جائے تاکہ اس کے کان دونوں آوازوں کے طیف کا فرق پہچان سکیں۔[40]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۸۔نتائج تحقیق اور سفارشات

۸.۱۔نتائج تحقیق(Findings)

اس تحقیقی و تجرباتی مطالعے سے درج ذیل اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔برصغیر پاک وہند میں حرفِ "ضاد" اور دیگر حروفِ خمسہ کے اختلاط کی بنیادی وجہ عوام کی غفلت نہیں بلکہ اردو اور فارسی زبانوں کا "صوتی انضمام" ہے، جس نے عربی کے چار ممتاز حروف (ذ، ز، ض، ظ) کو ایک ہی صفیر دار آواز "ز" میں ضم کر دیا ہے۔

۲۔کلامِ عرب اور قرآنِ کریم میں ضاد اور ظاء کے درمیان صوتی حدِ فاصل دراصل "معنی اور نحو کی سرحد" ہے؛ سورۃ التکویر کے واحد متواتر استثنا (بضنین / بظنین) کے سوا ان دونوں کا باہمی تبادلہ لحنِ جلی ہے جو سورۃ الفاتحہ میں دعا کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے اور سورۃ القیامہ میں عقیدۂ رؤیتِ باری تعالیٰ کی نص اور نحوی صلہ کو مجروح کرتا ہے۔

۳۔جدید صوتیاتی تجربہ گاہوں کے "طیف نگاری" (Spectrography) اور "تالو نگاری" (Palatography) تجزیوں نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ضاد اور ظاء طبعی اور تشریحی طور پر دو بالکل الگ آوازیں ہیں۔ ظاء طرفِ لسان سے نکلنے والی مسلسل ارتعاشی آواز ہے، جبکہ ضاد حافۂ لسان کے اضراسِ علیا سے انطباق اور دس سے پندرہ ملی سیکنڈ کی پیشقدمی (صفتِ استطالت) کا نتیجہ ہے۔

۴۔تاریخی اور صوتیاتی شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ قدیم فصیح ضاد ایک رخوہ اور جانبی آواز تھی، جو زمانی ارتقاء اور شہری لہجوں کی تیسیر کے باعث عصرِ حاضر کے عالمِ عرب اور حرمین شریفین میں "دالِ مفخمہ" (شدیدہ) کے قریب ہو چکی ہے۔ تاہم برصغیر کے روایتی "زواد" (ضادِ مشابہ بظاء) کے مقابلے میں جدید عربی ضاد (ضادِ مشابہ بدالِ مفخمہ) اصل مخرج سے اقرب اور قرآنی معانی کی حفاظت کے لیے زیادہ محکم اور محفوظ ہے۔

۵۔فقہِ اسلامی کے اصولِ "عمومِ بلویٰ"، "رفعِ حرج" اور علامہ ابنِ عابدین شامی، شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ، مولانا احمد رضا خان اور مولانا اشرف علی تھانوی کی محققانہ تصریحات کی روشنی میں عجمی عوام الناس جو کوشش کے باوجود ضاد اور ظاء میں کامل امتیاز نہ کر سکیں، ان کی نماز بالاتفاق صحیح ہے اور اس بنا پر مساجد میں خلفشار یا تکفیر و تفسیق کا بازار گرم کرنا شرعاً درست نہیں۔

۸.۲۔سفارشات(Recommendations)

۱۔**دینی مدارس کے وفاقوں اور تعلیمی اداروں کے لیے:** علمِ تجوید کے نصاب میں محض قدیم اصطلاحات کے رٹے پر اکتفا کرنے کے بجائے جدید صوتیات اور تشریح الاعضا کے بصری خاکے شامل کیے جائیں تاکہ طلبہ کو زبان کی کروٹ (حافہ) اور نوک (طرف) کے استعمال کا مشاہداتی فہم حاصل ہو۔

۲۔اساتذۂ قراءت کے لیے: غیر عرب طلبہ کو ضاد کی مشق کرواتے وقت مارپیٹ یا محض زبانی تنبیہ کے بجائے اصلاحِ نطق (Speech Therapy) کے سہ مرحلہ عملی خاکے (بصری شناخت، عضلاتی ریاضت اور تقابلی مشق) کو اختیار کیا جائے، اور جدید ضاد پڑھاتے وقت اس بات کی خاص نگرانی کی جائے کہ وہ قلقلہ دار خالص دال نہ بننے پائے۔

۳۔ائمہ مساجد اور خطبا کے لیے: ائمہ کرام خود اپنی قراءت کو معیاری بنانے کے لیے مسلسل ریاضتِ لسان کریں، لیکن ضاد کے قدیم ہندوستانی لہجے (زواد) اور جدید عربی لہجے (دالِ مفخمہ) کے اختلاف کو مسلکی یا فرقہ وارانہ نزاع نہ بنائیں اور عام نمازیوں کو تجویدی وسوسوں سے نکال کر خشوعِ صلاۃ کی ترغیب دیں۔

۴۔محققینِ علومِ اسلامیہ اور ماہرینِ لسانیات کے لیے: جامعات کے شعبہ جاتِ علومِ اسلامیہ اور لسانیات کے اشتراک سے پاکستان کی علاقائی زبانوں (پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی اور سرائیکی) کے صوتی نظاموں کا قرآنی ادائیگی پر اثر طیف نگاری آلات کی مدد سے ریکارڈ کیا جائے تاکہ ہر خطے کے طلبہ کے لیے مخصوص صوتی مشقیں تیار کی جا سکیں۔

حواشی و حوالہ جات(References)

1. عثمان بن سعید الدانی، *التحدید فی الاتقان والتجوید*، تحقیق: ڈاکٹر غانم قدوری الحمد (بغداد: مکتبۃ الخلود، ۱۹۸۸ء)، ص ۶۸؛ محمد بن محمد ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، تحقیق: علی محمد الضباع (قاہرہ: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، س ن)، ج ۱، ص ۲۱۰۔
2. عمرو بن عثمان سیبویہ، *الکتاب*، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون (قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، ۱۹۸۸ء)، ج ۴، ص ۴۳۱–۴۳۴؛ مکی بن ابی طالب القیسی، *الرعایۃ لتجوید القراءۃ وتحقیق لفظ التلاوۃ*، تحقیق: ڈاکٹر احمد حسن فرحات (عمان: دار عمار، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۵۵–۱۸۰۔
3. ملا علی بن سلطان محمد القاری، *المنح الفکریۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ* (ملتان: مکتبہ حقانیہ، س ن)، ص ۵۸–۶۵؛ قاری رحیم بخش پانی پتی، *الضاد والظاء* (لاہور: مکتبہ قاسمیہ، س ن)، ص ۴۵–۵۰۔
4. غانم قدوری الحمد، *الدراسات الصوتیۃ عند علماء التجوید* (عمان: دار عمار، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۱۰–۲۱۵؛ Salman H. Al-Ani, *Arabic Phonology: An Acoustical and Physiological Investigation* (The Hague: Mouton, 1970), 44–48.
5. خلیل بن احمد الفراہیدی، *کتاب العین*، تحقیق: ڈاکٹر مہدی المخزومی و ڈاکٹر ابراہیم السامرائی (بیروت: دار و مکتبۃ الہلال، س ن)، ج ۱، ص ۵۷؛ سیبویہ، *الکتاب*، ج ۴، ص ۴۳۱۔

6. یعقوب بن اسحاق ابن السکیت، *القلب والإبدال*، تحقیق: ڈاکٹر حسین محمد شرف (قاہرہ: عالم الکتب، ۱۹۷۸ء)، ص ۱۵–۱۸؛ عبد الواحد بن علی ابو الطیب اللغوی، *کتاب الإبدال*، تحقیق: عز الدین التنوخی (دمشق: مجمع اللغۃ العربیۃ، ۱۹۶۰ء)، ج ۱، ص ۱۲؛ ابو الفتح عثمان ابن جنی، *سر صناعۃ الإعراب*، تحقیق: ڈاکٹر حسن ہنداوی (دمشق: دار القلم، ۱۹۸۵ء)، ج ۱، ص ۲۲۰–۲۲۵؛ ایضاً، *الخصائص*، تحقیق: محمد علی النجار (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، س ن)، ج ۲، ص ۱۴۵–۱۵۲۔
7. عبد اللہ بن محمد ابن السید البطلیوسی، *الفرق بین الحروف الخمسۃ*، تحقیق: ڈاکٹر حمزہ عبد اللہ النشرتی (عمان: دار عمار، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۴–۴۵۔
8. القیسی، *الرعایۃ لتجوید القراءۃ*، ص ۱۱۲؛ الدانی، *التحدید فی الإتقان والتجوید*، ص ۶۸؛ ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۱، ص ۲۱۹–۲۲۲؛ ملا علی قاری، *المنح الفکریۃ*، ص ۵۵–۶۲؛ محمد بن ابی بکر المرعشی، *جہد المقل*، تحقیق: ڈاکٹر سالم قدوری الحمد (عمان: دار عمار، ۲۰۰۱ء)، ص ۸۸–۹۸۔
9. احمد رضا خان بریلوی، *فتاویٰ رضویہ* (متضمن رسالہ: *إلجام الصاد عن سنن الضاد*) (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۴ء)، ج ۶، ص ۲۱۵؛ اشرف علی تھانوی، *جمال القرآن* (لاہور: کتب خانہ اسلامی، س ن)، ص ۱۲–۳۰؛ ایضاً، *امداد الفتاویٰ* (کراچی: مکتبہ دار العلوم، س ن)، ج ۱، ص ۲۵۰؛ قاری اظہار احمد تھانوی، *تذکرہ قاریانِ ہند* (لاہور: قراءت اکیڈمی، س ن)، ج ۲، ص ۱۵۰۔
10. ابراہیم انیس، *الأصوات اللغویۃ* (قاہرہ: مکتبۃ الأنجلو المصریۃ، ۱۹۹۹ء)، ص ۶۰–۶۵، ۱۵۵؛ ایضاً، *فی اللہجات العربیۃ* (قاہرہ: مکتبۃ الأنجلو المصریۃ، س ن)، ص ۸۸–۹۲؛ غانم قدوری الحمد، *الدراسات الصوتیۃ عند علماء التجوید*، ص ۲۵۰–۲۷۰۔
11. Al-Ani, *Arabic Phonology*, 29, 44–52; Peter Ladefoged, *A Course in Phonetics*, 6th ed. (Boston: Thomson Wadsworth, 2010), 23, 195; W. H. T. Gairdner, *The Phonetics of Arabic* (London: Oxford University Press, 1925), 20–25; Daniel Newman, "The Phonetic Status of Ḍād," *Journal of Semitic Studies* (2002): 35–40; Kristen Brustad, *The Syntax of Spoken Arabic: A Comparative Study of Moroccan, Egyptian, Syrian, and Kuwaiti Dialects* (Washington, D.C.: Georgetown University Press, 2000), 88.
12. Edward William Lane, *An Arabic-English Lexicon* (London: Williams and Norgate, 1863), 1:Preface; Arthur Jeffery, *Materials for the History of the Text of the Qur'an* (Leiden: E. J. Brill, 1937), 6; Karl Vollers, *Volkssprache und Schriftsprache im alten Arabien* (Strassburg: Karl J. Trübner, 1906), 95; Gotthelf Bergsträsser, *Verneinungs- und Fragepartikeln und Verwandtes im Kur'an* (Leipzig: J. C. Hinrichs, 1914), 12–15.
13. اشرف علی تھانوی، *فوائد القراءۃ* (کراچی: ادارہ اسلامیات، س ن)، ص ۴۵؛ پانی پتی، *الضاد والظاء*، ص ۴۵۔
14. احمد رضا خان، *فتاویٰ رضویہ*، ج ۶، ص ۲۱۵۔
15. تھانوی، *جمال القرآن*، ص ۱۲؛ ایضاً، *امداد الفتاویٰ*، ج ۱، ص ۲۵۰۔
16. عبد الحی بن فخر الدین الحسنی، *نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر* (بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء)، ج ۸، ص ۱۲۶۰۔
17. پانی پتی، *الضاد والظاء*، ص ۴۵–۵۰؛ اظہار احمد تھانوی، *تذکرہ قاریانِ ہند*، ج ۲، ص ۱۵۰۔
18. البطلیوسی، *الفرق بین الحروف الخمسۃ*، ص ۵۵–۶۵؛ ابن الجزری، *المقدمۃ الجزریۃ*، مع شرح ملا علی قاری *المنح الفکریۃ*، ص ۵۸–۶۰۔
19. محمد بن مکرم ابن منظور، *لسان العرب* (بیروت: دار صادر، س ن)، مادہ (ض ل ل)، ج ۱۱، ص ۳۹۰؛ راغب الاصفہانی، *المفردات فی غریب القرآن* (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۲ء)، ص ۵۰۸؛ ابن الجزری، *التمہید فی علم التجوید*، تحقیق: ڈاکٹر غانم قدوری الحمد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۴۵۔
20. البطلیوسی، *الفرق بین الحروف الخمسۃ*، ص ۱۱۵–۱۱۸؛ فخر الدین محمد بن عمر الرازی، *مفاتیح الغیب* (*التفسیر الکبیر*) (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ)، ج ۳۰، ص ۲۲۵؛ عبد اللہ بن حسین العکبری، *التبیان فی إعراب القرآن* (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، ص ۳۵۰۔
21. ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۱، ص ۲۲۲؛ العکبری، *التبیان فی إعراب القرآن*، ص ۲۱۰۔
22. البطلیوسی، *الفرق بین الحروف الخمسۃ*، ص ۸۸؛ جمال الدین ابن ہشام الانصاری، *مغنی اللبیب عن کتب الأعاریب* (دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۵ء)، ج ۱، ص ۱۲۰۔
23. محمد بن جریر الطبری، *جامع البیان عن تأویل آی القرآن* (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۰ء)، ج ۲۴، ص ۲۵۵–۲۶۰؛ ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۲، ص ۱۸۰؛ عثمان بن سعید الدانی، *المقنع فی رسم مصاحف الأمصار* (دمشق: دار الفکر، س ن)، ص ۱۱۵۔

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

24. محمد بن اسماعیل البخاری، *الجامع الصحیح*، کتاب الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم، حدیث:۷۵۶۔
25. برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، *الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی* (کراچی: مکتبۃ البشریٰ، س ن)، ج ۱، ص ۱۲۵؛ فخر الدین حسن بن منصور قاضی خان، *فتاویٰ قاضی خان* (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، ج ۱، ص ۱۲۰۔
26. محمد امین ابن عابدین شامی، *ردالمحتار علی الدر المختار* (*فتاویٰ شامی*) (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء)، کتاب الصلاۃ، باب زلۃ القاری، ج ۱، ص ۶۳۰–۶۳۳؛ ملا علی قاری، *المنح الفکریۃ*، ص ۶۵۔
27. محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، *المجموع شرح المہذب* (جدہ: مکتبۃ الإرشاد، س ن)، ج ۳، ص ۳۹۲۔
28. شمس الدین محمد بن احمد الدسوقی، *حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر* (بیروت: دار الفکر، س ن)، ج ۱، ص ۲۳۵۔
29. تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، *مجموع الفتاویٰ* (ریاض: مجمع الملک فہد، ۱۴۱۶ھ)، ج ۲۲، ص ۴۴۵؛ موفق الدین عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ، *المغنی* (قاہرہ: مکتبۃ القاہرۃ، ۱۹۶۸ء)، ج ۲، ص ۱۴۵۔
30. محمد بن برکی الزہرانی، *أئمۃ الحرم المکی فی العہد السعودی* (مکہ مکرمہ: دار الطیبۃ، س ن)، ج ۱، ص ۴۱۵–۴۴۰۔
31. سیبویہ، *الکتاب*، ج ۴، ص ۴۳۴؛ ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۱، ص ۲۱۹؛ Al-Ani, *Arabic Phonology*, 45–48; Gairdner, *The Phonetics of Arabic*, 22.
32. انیس، *الأصوات اللغویۃ*، ص ۶۰–۶۵؛ غانم قدوری الحمد، *الدراسات الصوتیۃ عند علماء التجوید*، ص ۲۶۰–۲۷۰؛ Andre Martinet, *Elements of General Linguistics* (London: Faber and Faber, 1960), 180.
33. محمد تقی عثمانی، *درسِ ترمذی* (کراچی: مکتبہ دار العلوم، س ن)، ج ۲، ص ۱۵۰؛ تھانوی، *امداد الفتاویٰ*، ج ۱، ص ۲۵۰۔
34. Ladefoged, *A Course in Phonetics*, 195; عبد الکریم، *صوتیاتِ قرآن اور جدید ٹیکنالوجی*، ۱۱۲۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، س ن)، ص)
35. Al-Ani, *Arabic Phonology*, 48–52.
36. ایضاً، ص ۴۸–۵۰؛ سلمان خان، ''عربی صوتیات کا سپیکٹروگرافک تجزیہ''، *جرنل آف عربین لسانیات*، شمارہ ۱۲، ص ۴۵۔
37. Newman, "The Phonetic Status of Ḍād," 35–40; *المرعشی، جہد المقل*، ۸۸۔ ص
38. غانم قدوری الحمد، *المخرج والصفۃ فی ضوء الدراسات الصوتیۃ الحدیثۃ* (عمان: دار عمار، س ن)، ص ۱۵۰؛ ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۱، ص ۲۱۵۔
39. ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، ج ۱، ص ۲۱۲–۲۱۵۔
40. محمد بن یزید ابن ماجہ، *سنن ابن ماجہ*، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، حدیث: ۲۰۴۵؛ محی الدین النووی، *الأربعین النوویۃ*، حدیث: ۳۹۔